آمنہ ریاض

دشتِ جنوں

قلعہ فلک بوس کا آسیب آیوشمتی.... ایک بھٹکتی روح جس کے اسرار سے کوئی واقف نہیں ہے۔
معاویہ فلک بوس آتا ہے تو اسے وسامہ کی ڈائری ملتی ہے۔
فلک بوس میں وسامہ اپنی بیوی آئے کت کے ساتھ رہتا ہے۔ وسامہ بہت اچھا اور ذہین مصنف ہے۔ وہ باوقار اور وجیہہ شخصیت کا مالک ہے لیکن ایک ٹانگ سے معذور ہے۔ وہ غیر معمولی حساس ہے۔ اسے قلعہ فلک بوس میں کوئی روح محسوس ہوتی ہے۔ آوازیں سنائی دیتی ہیں لیکن کوئی نظر نہیں آتا۔ معاویہ' وسامہ کا پھوپھی زاد بھائی ہے' آئے کت اور وسامہ' معاویہ کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قلعہ فلک میں آیوشمتی کی روح ہے لیکن معاویہ مضبوط اعصاب کا مالک ہے' اسے اس بات پر یقین نہیں آتا۔
کہانی کا دوسرا ٹریک جہاں تین بھائی جوائنٹ فیملی سسٹم کے تحت رہتے ہیں۔
صابر احمد سب سے بڑے بھائی ہیں۔ صابر احمد کی بیوی صباحت تائی جان ہیں اور تین بچے' رامین' کیف اور فہمینہ ہیں۔ رامین کی شادی ہوچکی ہے۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ملائیشیا میں ہے۔
شفیق احمد کی بیوی فضیلہ چچی ہیں۔ مالی لحاظ سے وہ سب سے مستحکم ہیں۔ شفیق احمد نے ان سے پسند کی شادی کی تھی۔ دو بیٹیاں صیام اور منہا ہیں اور دو بیٹے شاہجہاں اور شاہ میر ہیں۔ بڑے بیٹے شاہ جہاں عرف مٹھو بھائی کا دماغ چھوٹا رہ گیا ہے۔

باسط احمد تیسرے بھائی کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کی بیوی روشن امی اور دو بیٹیاں خوش نصیب اور ماہ نور ہیں.... خوش نصیب کو سب منحوس سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ تنک مزاج ہو گئی ہے۔ خوش نصیب کی نانی بھی ان کے ساتھ رہتی ہیں۔ خوش نصیب کو دونوں چچاؤں سے شکایت ہے کہ انہوں نے ان کا حق نہیں دیا ہے۔ گھر کا سب سے خراب حصہ ان کے پاس ہے۔ صباحت تائی جان اور روشن امی خالہ زاد بہنیں ہیں۔ صباحت تائی جان کے چھوٹے بھائی عرفات ماموں جو بہت نرم گفتار اور دل موہ لینے والی شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے شادی نہیں کی۔ وہ کیف کے ماموں ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا آئیڈیل بھی ہیں۔

کہانی کا تیسرا ٹریک منفرا اور نیمی ہیں۔ منفرا امریکہ میں پڑھنے آئی ہے۔ ہاسٹل میں رہتی ہے۔ زیر زمین ٹرین میں ان کی ملاقات معاویہ سے ہوتی ہے۔ منفرا کی نظریں معاویہ سے ملتی ہیں تو اسے وہ بہت عجیب سا لگتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی سفاکی اور بے حسی ہے۔ منفرا چونک سی جاتی ہے۔

آٹھویں قسط

اور خوش نصیب بالکل ساکت سی ہو گئی۔

"تم مانو یا نہ مانو' یہ سب باباجی کی کرامات کا نتیجہ ہے۔ مجھے پتا ہے تم اور تمہاری روشن امی پیروں فقیروں کو نہیں مانتیں لیکن ہمارے خاندان میں کئی سالوں سے پیروں فقیروں کی قدر کی جاتی ہے۔ ہم انہیں اللہ لوک مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ ہمیں ان ہی کے فضل سے عطا کرتا ہے۔" فریحہ بولتی جارہی تھی۔

"اللہ معاف..." خوش نصیب ایک دم ہوش میں آکر بولی۔ "کس قدر کمزور ایمان ہے تمہارے خاندان والوں کا.... میں مانتی ہوں' اس دنیا میں اللہ کے نیک بندے موجود ہیں لیکن ان ڈھونگی بابوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر جو میری روشن امی نے یہ بات سنی ہوتی تو ضرور تمہیں ایک زوردار تھپڑ لگاتیں۔"

"اور اگر میری اماں نے ان کے پیر کے بارے میں تمہارے خیالات سن لیے تو وہ صرف ایک تھپڑ نہیں لگائیں

گی۔ پاؤں سے چپل اتار لیں گی اور ایسی پٹائی کریں گی کہ ہمیشہ یاد رکھو گی۔" فریحہ بھی جذباتی ہو کر بولی۔
"آہاہ.... جیسے تمہاری اماں میری پٹائی کریں گی اور میں تو تمہیں بخش دوں گی؟.... یاد رکھنا میں پتھر کا جواب اینٹ سے دینے کی قائل ہوں۔" وہ بھی خوش نصیب تھی اور کبھی نہیں چوکتی تھی۔
فریحہ اس کی بچپن کی سہیلی تھی اور اس کی رگ رگ سے واقف تھی۔ جانتی تھی کہ کہہ رہی ہے تو بدلہ ضرور لے گی۔ سو دل میں ذرا سا سہم گئی پھر مصلحت آمیز لہجے میں بولی۔
"ایک تو تم کو غصہ بڑی جلدی آجاتا ہے۔"
"میں غصہ نہیں کر رہی.... لیکن مجھے واقعی حیرانی ہوتی ہے تم جیسے لوگ کیسے ان بابوں پر یقین کر لیتے ہو۔"
"ہم یقین کیسے نہ کریں۔ کوئی پریشانی کوئی مسئلہ ہو ایک بار بابا جی کے پاس آکر عرض کرنے کی دیر ہوتی ہے۔ وہ تعویذ لکھ دیتے ہیں یا گندم، چینی، نمک وغیرہ دم کر کے دے دیتے ہیں۔ دنوں میں مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔"
"مسئلہ اس لیے حل ہو جاتا ہے کیونکہ تم لوگوں کا اعتقاد بہت مضبوط ہے۔ یقین کرو یہی اعتقاد اگر اللہ سے رکھو اور صرف اسی سے مانگو.... تم دیکھنا کیسے تمہاری پریشانیاں، تمہارے مسائل حل نہیں ہوتے۔"
"اگر ایسی ہی بات ہے تو صرف اللہ سے دعائیں کر کر کے تمہارے مسائل ختم کیوں نہ ہو گئے خوش نصیب!" اچانک سے فریحہ نے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"مطلب یہ کہ آج تک تمہیں ماہ نور اور تمہاری امی کو جو بھی پریشانیاں لاحق رہی ہیں۔ ان کے لیے تم لوگوں نے دعائیں ہی کی ہیں.... وہ دعائیں قبول کیوں نہیں ہوئیں؟ اس لیے کیونکہ تم نے کسی نیک برگزیدہ بندے کو اللہ سے مانگنے کا وسیلہ نہیں بنایا....."
"نیک بندوں سے صرف دعا کرائی جا سکتی ہے۔" "لیکن ہم مانگتے تو اللہ سے ہی ہیں۔" منہ بنا کر بولی۔
"اور کیا پتا تمہیں دعا مانگنے کا سلیقہ ہی نہ آتا ہو۔" فریحہ بضد تھی۔
"مجھے نہیں آتا ہو گا لیکن کیا روشن امی اور نانی کو بھی نہیں آتا ہو گا؟ یہ کیسے ممکن ہے، وہ دونوں تو تہجد گزار بھی ہیں۔"
"میں شاید اپنی بات تمہیں سمجھا نہیں پا رہی۔ یہ بڑی لمبی بحث ہے۔ ہمارے امی ابو نے تو ہمیں بچپن سے اب تک یہی سکھایا ہے کہ اللہ سے بھی مانگنا ہے تو نیک بندوں کے ذریعے سے مانگو۔ ان کی برکت سے ہی اللہ ہمیں نوازتا ہے.... لیکن تم نہیں سمجھو گی.... میں ابو سے کہوں گی کسی دن تمہیں سمجھائیں۔"
"معاف کر دو مجھے.... ایسی سمجھ اللہ تمہیں اور تمہارے خاندان والوں کو ہی مبارک کرے۔" خوش نصیب نے چڑ کر کہا۔ فریحہ برا مان گئی۔

"نہیں تو نہ سہی.... میں نے تو سوچا تھا اب تک زندگی میں تمہیں کچھ اچھا نہیں ملا تو کم سے کم تم اپنا مستقبل ہی محفوظ کر لو لیکن تم جیسے لوگ کبھی عقل سے کام نہیں لیتے خوش نصیب.... جا رہی ہوں میں اور خبردار، جواب دوبارہ ایک بھی لفظ تم نے ہمارے پیر صاحب کے بارے میں کہا.... اماں تو پٹائی بعد میں کریں گی پہلے میں ہی تمہیں سیدھا کر دوں گی۔" اس نے انگلی اٹھا کر دھمکی دی اور تن فن کرتی چلی گئی۔
خوش نصیب اس کی حرکت پر پہلے حیران ہوئی۔ پھر اسے آواز دے کر روکنے کی کوشش کی لیکن اگلے ہی پل اس کی بے نیازی عود کر آئی اور اس نے اپنے مخصوص انداز میں سر جھٹکا، بیر چکھا اور فضل منزل کی طرف پلٹ گئی۔

❋ ❋ ❋

اس روز صبح بیدار ہوئی تو آسمان کے چہرے پر دھند کا عکس پھیلا تھا۔
یہ ڈوبتے ہوئے اکتوبر کے دن تھے اور درختوں کے پتے' تازہ سردی کے بوجھ سے اپنے آپ میں سمٹتے اور جھکتے تھے۔
مکان کے داخلی دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے معاویہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ طالب ماموں کے اس دو منزلہ چھوٹے سے گھر پر اترنے والی آج کی صبح ہمیشہ جتنی روشن ہرگز نہیں تھی۔
اس کا بوجھل دل مزید اداسی سے بھر گیا۔ حلق میں آنسوؤں کا کڑواپن اترا تو اس نے دو تین گہرے سانس لیے۔ آنسوؤں کو اپنے دل میں اتارا اور خود کو جی بھر کر لتاڑا۔ وہ یہاں آنسو بہانے نہیں آیا تھا۔ ان پیارے لوگوں سے ملنے آیا تھا جو وسامہ سے وابستہ تھے۔ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے سے زیادہ ان کے دلوں کا بھاری پن اپنے کندھوں پر اٹھانے کا ارادہ کر کے نکلا تھا۔
لیکن عین اس وقت جب وہ دروازے پر پہنچ کر گھنٹی بھی بجا چکا تھا۔ تو اسے ادراک ہوا وہ اتنا بہادر ہرگز نہیں تھا۔ کسی کے آنسو صاف کرنے کے لیے اپنے آنسو پینے پڑتے ہیں۔ صبر کی تلقین کرنے سے پہلے خود صبر کرنا پڑتا ہے۔ اس بے چارے سے تو اپنا ہی غم نہیں سنبھالا جا رہا تھا' کسی کو کیا دلاسا دیتا۔ اس کا دل چاہا واپس پلٹ جائے اور اس نے ایسا کیا بھی۔ آنکھ میں آنسو لے کر جوں ہی واپسی کے لیے پلٹا' اسی وقت دروازہ کھل گیا۔
معاویہ کے پلٹتے قدم جیسے دہلیز نے جکڑ لیے تھے۔ آنسو اس کی آنکھ سے پھسل کر گال پر بہتے چلے گئے۔
آئے کت ششدر سی اسے دیکھے گئی۔ دونوں خاموش تھے۔ ان دونوں کے دل زخمی تھے۔ وسامہ کی موت کا زخم ایسا تھا جو شاید کبھی مندمل نہ ہوتا۔
لیکن یکایک آئے کت کی آنکھوں میں سرد مہری سی جاگ اٹھی۔ اس نے دروازے سے ہاتھ ہٹایا۔ واپسی کا قصد کیا ہی تھا کہ عقب سے صاعقہ ممانی کی آواز سنائی دی۔
"کون ہے آئے کت؟" وہ پوچھنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے بھی آکھڑی ہوئی تھیں۔
"معاویہ!" ان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ سرعت سے آئے کت کے عقب سے نکلیں اور ننھے بچوں کی طرح معاویہ کو خود سے لپٹا لیا۔
"وسامہ بھی چلا گیا... تم نے بھی آنا چھوڑ دیا۔" وہ اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹے بچوں کی طرح ہی سسک رہی تھیں۔
معاویہ بھی رونے لگا' یہ دیکھے بنا کہ آئے کت اس پر ایک زہر خند مسکراہٹ اچھال کر واپس مڑ گئی ہے۔ اس کے آنسوؤں کی یہی قدر تھی آئے کت کی نظر میں۔
"آؤ اندر آؤ... ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" ممانی اسے اندر لے آئیں۔ وسامہ کی موت کے تین مہینے بعد آیا تھا' وہ تین صدیوں بعد نہیں کہ گھر کے اندر تک بلانے کے لیے اسے باقاعدہ دعوت دی جاتی۔ اس گھر کے چپے چپے سے واقف تھا۔ بچپن کا بیشتر حصہ اس نے یہیں گزارا تھا۔ وسامہ کے ساتھ۔ طالب ماموں اور صاعقہ چچی کا بیٹا بن کر۔
لیکن اب وسامہ نہیں رہا تھا تو جیسے ہر چیز اس کے لیے اجنبی ہو گئی تھی۔
صاعقہ ممانی اسے لیے اندر آئیں۔ طالب ماموں ٹی وی کے سامنے چپ چاپ بیٹھے اس ٹاک شو میں دھیان لگانے کی کوشش کر رہے تھے جو اب تقریباً" ختم ہونے والا تھا اور ماموں کا چہرہ صاف بتا تا تھا کہ ایک بھی لفظ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔

معاویہ آگے بڑھا اور چپ چاپ ان کے قدموں کے پاس بیٹھ کر اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا۔
طالب ماموں چونکے اور پھر ساکت سے ہوگئے۔ چند لمحے بعد انہوں نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ معاویہ کے سر پر رکھا' آہستہ سے جھکے اور اس کے بالوں پر ایک شفقت بھرا بوسہ دیا اور پھر اپنے آنسوؤں کو بہنے سے روک نہیں سکے۔ بنا آواز روتے چلے گئے۔
اسی وقت آئے کت اندر آئی۔ اس کے انداز میں سرد مہری تھی لیکن طالب ماموں کو روتا دیکھ کر آنکھوں میں غصہ بھر گیا۔
"اس سے اچھا تھا تم یہاں کبھی نہ آتے..." اس نے بنا اسے مخاطب کیے کہا۔ لہجہ پر تپش تھا۔ "ان تین مہینوں میں ہمیں وسامہ کے بغیر رہنے کی عادت ہوگئی ہے۔ کچھ دن اور گزرتے تو سب تمہیں بھی بھول جاتے۔"
"اللہ نہ کرے... کیسی باتیں کررہی ہو۔" صاعقہ ممانی دہل کر بولیں۔
"ٹھیک ہے تو کہہ رہی ہوں... یہ نہ آتا یہاں... کم سے کم آپ لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تو نہ آتے۔" اس نے تلخی سے کہا تھا۔
"میں شرمندہ ہوں۔" معاویہ نے کہا۔
"کیا فائدہ اس شرمندگی کا... وسامہ تو واپس نہیں آسکتا۔" اس نے کڑوے لہجے میں کہا' ایک سرسری سی نگاہ معاویہ پر ڈالی اور پلٹ کر سرعت سے باہر نکل گئی۔
کمرے میں موجود نفوس اس کی بات پر ساکت رہ گئے تھے۔ انہیں آئے کت کی بات کے اثر سے نکلنے میں چند سیکنڈ لگے۔ پھر صاعقہ ممانی نے اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا تو وہ چونکا۔
"مجھے بھوک لگی ہے۔" اس نے کسی بچے کی معصومیت سے کہا۔ ممانی مسکرادیں۔
"تم فریش ہوجاؤ۔ میں کھانا لاتی ہوں۔"
وہ اٹھا اور خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

٭ ٭ ٭

فضل منزل میں داخل ہوتے ہی اس کی مڈبھیڑ شامیر سے ہوگئی۔
شام کا قرمزی رنگ رات کی سیاہی میں گھلنے لگا تھا اور مسجدوں سے مغرب کی اذان کی صدائیں سنائی دینے لگی تھیں۔ سیاہ پڑتے آسمان پر سب ہی پرندے اپنی آخری اڑانیں بھر رہے تھے۔
خوش نصیب دبے قدموں اور احتیاط سے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اتنی دیر سے واپس آنے پر ڈانٹ تو پڑنی ہی تھی (دیر سے واپس آنے پر نہ پڑتی تو کسی اور بات پر پڑجاتی۔ اسے ڈانٹنے اور کوسنے کے لیے اب گھر والوں کو کسی بہانے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ خوش نصیب کو یقین تھا جب کسی کے پاس کرنے کے لیے کوئی کام نہیں ہوتا تو وہ اسے ڈانٹنا شروع کردیتا ہے کہ چلو تھوڑی دیر کے لیے ٹائم ہی پاس ہوجائے گا۔ یوں ڈانٹ ڈپٹ اور کوسنے معمول کی بات تھی جو وہ بچپن سے سنتی آرہی تھی اور جیسی اس کی حرکتیں تھیں' کوئی بھی مستقبل کی پیش گوئی کرنے والا بتا سکتا تھا کہ اگلے کئی سال بھی اس کے ساتھ یہی ہوگا) ہاں تو بات ہورہی تھی کہ دیر سے گھر واپس آنے پر اسے ڈانٹ پڑسکتی تھی۔ لیکن کیا پتا آج کوئی معجزہ ہوجائے اور وہ ڈانٹ کھانے سے بچ جائے۔ اس نے بڑی رجائیت سے سوچا۔ کبھی کبھی وہ ایسی رجائیت پسندی کا مظاہرہ بھی کرلیتی تھی۔
لیکن جوں ہی وہ بڑا دروازہ عبور کرکے اندر داخل ہوئی۔ شامیر اسے احاطے میں چہل قدمی کرتا ہوا نظر آگیا۔ وہ

کوئی کتاب پڑھ رہا تھا اور اس کا رخ مخالف سمت میں تھا۔ خوش نصیب نے موقع غنیمت جانا اور دبے قدموں وہیں سے بغلی گلی کا راستہ اختیار کیا جہاں سے بنا شامیر کی نظر میں آئے وہ اوپری منزل تک جا سکتی تھی۔ اسی وقت شامیر پلٹا اور خوش نصیب کو دیکھ کر اس کے لب مسکرا اٹھے۔

لیکن اگلے پل وہ کھٹکا۔ خوش نصیب کی گربہ پائی سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس نے چند لمحے صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کی پھر زور سے گلا کھنکھار کر اسے متوجہ کیا۔ خوش نصیب اس آواز پر یوں بدک کر پلٹی جیسے بے دھیانی میں بجلی کے ننگے تار کو چھو لیا ہو۔

"ہیلو۔" شامیر خوب صورتی سے مسکرایا۔

خوش نصیب نے سر کے اشارے سے اس کے ہیلو کا جواب دیا۔ اپنے ہونق تاثرات چھپانے کی تگ و دو میں اور بھی ہونق لگنے لگی تھی۔

"گڈ آفٹر نون!" وہ بات کرنا چاہتا تھا۔

خوش نصیب نے پھر سے سر کو خفیف سا جھٹکا دیا اور دانتوں کو یوں مضبوطی سے ایک دوسرے پر جمایا کہ غلطی سے بھی نہ کھلیں۔ شامیر اس کے تاثرات سے تھوڑا سٹپٹا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔

"آ... چائے پئیں گی آپ؟"

خوش نصیب نے اب غور کیا۔ وہیں برآمدے کی میز پر چائے کے برتن پڑے تھے اور یہ وہ ٹی سیٹ تھا جو فضیلہ چچی خاص الخاص مہمانوں کی آمد پر ہی نکالتی تھیں۔ ایک بار خوش نصیب کو کسی بات پر اتنا غصہ آیا تھا کہ اس نے اس ٹی سیٹ کی ایک ساسر نکال کر چھپا دی تھی۔ کئی دن تک وہ دل ہی دل میں پلان بناتی رہی کہ اس ساسر کو کس طرح توڑا جائے۔ سب سے بہترین طریقہ جو اس کی سمجھ میں آیا وہ یہی تھا کہ ساسر کو چھت پر لے جا کر اینٹ مار کر توڑ دیا جائے۔ اس سے اس کے جذبات کو بھی سکون ملتا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے کئی پلان بنائے لیکن کسی بھی پلان پر عمل در آمد نہیں کیا جا سکا کیونکہ خوش نصیب ہمیشہ سے پلان بنانے میں ماہر رہی تھی ان پر عمل در آمد کرنے میں نہیں۔

ابھی بھی ٹی سیٹ دیکھ کر اسے وہ پچھلا واقعہ یاد آ گیا تھا اور پچھلے سارے زخم ہرے ہو گئے۔

وہ برتنوں کو دیکھ کر دانت پیس رہی تھی اور شامیر بڑی گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"آپ اگر میرا ساتھ دیں گی تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"شکریہ... میں چائے نہیں پی...." بے ساختگی میں بولا گیا جملہ ابھی یہیں تک پہنچا تھا کہ سارے زخم ہرے ہو گئے۔ کیوں کہ عین اسی وقت فضیلہ چچی اور صیام کی انٹری ہوئی تھی اور فضیلہ چچی نے خوش نصیب کو دیکھتے ہی برا برا سا منہ بھی بنایا تھا۔

"خوش نصیب چائے نہیں پیتی۔" صیام نے جلدی سے کہا۔

"کیا واقعی؟" شامیر نے اسے دیکھا۔

اسی پل خوش نصیب کی انتقامی حس جاگ اٹھی۔ وہ ہونٹ پھیلا کر مسکرائی اور خوش اخلاقی کی حد پار کرتے ہوئے بولی۔

"چائے نہیں پیتی تو کیا ہوا؟ مہمان کو انکار تو نہیں کیا جا سکتا ناں۔" جہاں اس کی مسکراہٹ نے شامیر کے دل کو چھوا وہیں فضیلہ چچی اور صیام کی مسکراہٹیں غائب ہو گئیں۔ اس سے قبل کہ فضیلہ چچی اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں قتل کرتیں خوش نصیب بڑے اعتماد سے آگے بڑھی اور کرسی گھسیٹ کر شامیر کے مدمقابل بیٹھ گئی۔

ضد بعض اوقات انسان سے وہ کام بھی کرا لیتی ہے جنہیں نہ کرنے کا وہ تہیہ کر چکا ہوتا ہے۔

"صیام! ایک کپ میرے لیے بھی بنا دینا، پلیز۔" بڑا مسکرا کر کہا۔ صیام کے پاس دانت پیسنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن شامیر کی موجودگی میں یہ نہیں کیا جا سکتا تھا سو اس نے مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق کپ میں چائے انڈیلنا شروع کی۔

دوسری طرف شامیر بچہ نہیں تھا کہ فریقین کے درمیان موجود کھینچا تانی کو سمجھ نہ سکے۔ صیام افضل منزل کی بیوٹی کوئین تھی اور خوش نصیب.... وہ کیا تھی؟ اب تک شامیر فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ لیکن ہاں جب بھی وہ سامنے آتی شامیر مسکرانے لگتا تھا۔ خود کو پھنے خان سمجھنے والی یہ لڑکی دل میں گدگدی سی کرتی تھی۔

اور ایسی لڑکیاں ہمیشہ اس جیسے لڑکوں کو بڑا متاثر کرتی ہیں۔ جو آسانی سے بات کرنے پر راضی نہ ہوں۔ جب دیکھیں تو چیلنج کرتی ہوئی محسوس ہوں۔ اس کے مقابلے میں صیام تو بڑی عام سی لڑکی تھی۔ خزاں کے موسم میں سوکھے پتے کی طرح جھاڑ سے ٹوٹ کر گود میں آگرنے والی لڑکی۔

فضیلہ چچی سے جب کچھ نہ بن پڑا تو وہیں بیٹھ رہیں۔

خوش نصیب بھول گئی تھی کہ شامیر کو اگنور کرنے کا عہد کر چکی ہے اس وقت اس نے ساری خوش اخلاقی اور زمانے بھر کے موضوعات پر گفتگو کرنے کا تہیہ کر ڈالا اور پھر جب بولنا شروع ہوئی تو اسے چپ کرانا مشکل ہو گیا۔

اور یوں ایک ڈھلتی ہوئی شام خوش نصیب کے انتقام کی پہلی قسط کی نذر ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

کمرے کے دروازے پر وہ تھم سا گیا۔ اس گھر میں جگہ جگہ وسامہ کی یادیں بکھری ہوئی تھیں اور ان یادوں سے پیچھا چھڑانا ناممکن تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور اپنا دل مضبوط کیا اور ہینڈل گھما کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

کمرے میں دن کا اجالا نیم تاریکی کی شکل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ معاویہ نے آگے بڑھ کر کھڑکی کا پردہ ہٹایا تو صبح کی چمکیلی روشنی چھلانگ لگا کر اندر آئی اور سب طرف پھیل گئی۔ یہ طالب ماموں کے گھر میں اس کا اور وسامہ کا کمرہ تھا۔ ان دونوں کے سنگل بیڈ ساتھ ساتھ بچھے تھے۔ درمیان کی چھوٹی تپائی پر اب بھی وہی ٹیبل لیمپ رکھا تھا جو وسامہ کے زیر استعمال رہتا تھا۔ اس کی اسٹڈی ٹیبل، اس کی کرسی، اس کی الماری۔

معاویہ ایک ایک چیز کو ہاتھ لگاتے ہوئے اپنی سسکیاں روک رہا تھا۔ کتنی ہی یادیں ماضی کی کھڑکیوں سے جھانک رہی تھیں۔ اس سے قبل کہ وہ زمین پر بیٹھ جاتا اور آنسوؤں کو بہہ جانے دیتا، کمرے کا دروازہ کھلا۔ معاویہ نے جھٹکے سے گردن موڑ کر دیکھا۔ آئے کت اپنی جھونک میں اندر داخل ہو رہی تھی۔ جوں ہی اس کی نظر معاویہ پر پڑی اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"یہ میرا کمرہ ہے۔" وہ اس سے نظریں ملائے بغیر بولا۔

"یہ وسامہ کا کمرہ تھا۔" غصے سے کہا گیا۔

"ہم دونوں کا تھا۔" وہ پھر تحمل سے بولا۔

"تھا.... اب نہیں ہے۔" سختی کچھ اور بڑھ گئی۔ "اس گھر پر، اس کمرے پر، وسامہ سے وابستہ کسی بھی چیز اور فرد پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔" اس نے ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا تھا۔

معاویہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آگے بڑھا اور الماری کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اس سے پہلے کہ کھولتا

آئے کت نے الماری کے پٹ پر ہاتھ رکھ دیا۔
"ہٹو سامنے سے۔" وہ ذرا جھنجلا کر بولا۔ "یہ میرے بھائی کا کمرہ ہے اور تم مجھے یہاں کسی چیز کو ہاتھ لگانے سے نہیں روک سکتیں۔"
"یہ تمہارے بھائی کا کمرہ تھا۔۔۔ اب یہ میرا کمرہ ہے۔" وہ دانت کچکچا کر بولی۔
"اور اب یہ میرا بھائی میرا بھائی کرنا بند کرو۔۔۔ اب تو وہ بے چارہ اس دنیا میں بھی نہیں رہا۔۔۔ آخر کب تک یہ محبت کا ڈھونگ رچاتے رہو گے۔" اس نے جتنی نفرت سے کہا تھا' اتنی ہی تیزی سے معاویہ کے ماتھے پر پڑے بلوں میں اضافہ ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔ عین ممکن تھا اگر آئے کت عورت نہ ہوتی تو اب تک وہ ایک پنچ مار کر اس کے دو تین دانت تو ضرور توڑ دیتا۔
"تم کون ہوتی ہو یہ فیصلہ کرنے والی۔" اس نے تقریباً" غرا کر کہا تھا۔
"میرے سامنے اونچی آواز میں بات مت کرنا معاویہ! تمہاری اصلیت میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" اس نے معاویہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بنا ڈرے کہا تھا۔ آئے کت کا اعتماد معاویہ کی آنکھوں میں ہراس بن کر پھیل گیا۔
یکایک ان دونوں کے اردگرد سے ہر منظر غائب ہونے لگا اور کھڑکیاں دروازے سب اڑن چھو ہو گئے اور ان دونوں نے خود کو فلک بوس میں کھڑے پایا۔ وہی اسرار جو دھند کی مانند رگ و پے میں اترتا تھا' اس وقت معاویہ کے خون میں دوڑنے لگا۔
"معاویہ۔۔۔!" صاعقہ ممانی کی آواز ان دونوں کو فلک بوس سے کھینچ لائی۔ ان دونوں نے ہی جیسے اس لمحے کسی راز کی پاس داری کی تھی کہ اپنے اپنے تاثرات بدل لیے تھے۔
"معاویہ! کھانا کھالو۔" آواز دوبارہ آئی۔
"آرہا ہوں۔" اس نے اونچی آواز میں جواب دیا اور ایک تیز نظر آئے کت پر ڈالی اور انگلی اٹھا کر وارننگ دینے والے انداز میں بولا۔
"میری اصلیت کی بات دوبارہ مت کرنا۔۔۔ تمہارا اصلی چہرہ تو میں سب کو دکھاؤں گا۔" آئے کت نے زہرخند نظر ڈال کر رخ بدل لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

رات کو سونے لیٹی تو گزری بات یاد کر کے خوش نصیب کو بڑا مزہ آیا۔ وہ خود بخود مسکرا رہی تھی بلکہ باقاعدہ ہنس رہی تھی۔
"تمہیں ہوا کیا ہے؟" ماہ نور نے چڑ کر پوچھا۔
"صیام اور فضیلہ چچی کی شکل دیکھنے والی تھی۔" اس نے ہتھیلی سے تالی بجائی اور خوب قہقہہ لگا کر بولی۔
"اب کیا نیا کارنامہ کر آئی ہو؟" ماہ نور اس کی رگ رگ سے واقف تھی۔
خوش نصیب کو ہمہ وقت کوئی نہ کوئی سامع درکار ہوتا تھا۔ منٹوں میں ساری روداد کہہ سنائی۔
ماہ نور نے ساری بات غور سے سنی اور زیر لب مسکراتی رہی۔
"اب دیکھنا۔۔۔ اس پر بھی فضیلہ چچی ایک ہنگامہ کھڑا کر دیں گی۔" اس نے مسکرا کر پیش گوئی کی تھی۔
"نہیں اور آتا ہی کیا ہے۔" وہ لاپروائی سے بولی۔
ماہ نور کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "لیکن محتاط رہا کرو خوش نصیب! ان لوگوں کو ناراض کر کے ہم بھی مطمئن

نہیں رہ سکتے۔"
"نہیں ہم رہ لیں گے.... مطمئن اور خوش رہنے کا ایک نیا طریقہ پتا چلا ہے مجھے۔" وہ لحاف جھاڑتے ہوئے بولی۔ "سنا ہے بڑا کار آمد ہے۔"
"کون سا طریقہ؟" ماہ نور کون سا متجسس ہو کر بولی۔ خوش نصیب کی ہر نئی بات اسے کسی نئے اندیشے میں مبتلا کر دیتی تھی۔
"وہ فریحہ ہے ناں.... وہ کہہ رہی تھی' پیر صاحب سے تعویذ لے لو.... سارے مسئلے حل ہو جائیں گی۔"
"اب تم اس نئے جھنجھٹ میں مت پڑ جانا۔"
"لو جھنجھٹ کیسا؟" وہ کندھے اچکا کر بولی۔ "سارا زمانہ تعویذ لیتا ہے۔ ہم بھی لے لیں گے تو کون سی قیامت آجائے گی۔"
"ہمیں کیا پتا وہ پیر صاحب جو تعویذ لکھ کر دیں گے اس کے اندر کیا لکھا ہو گا۔" ماہ نور نے کہا۔
"ہاں تو تعویذ لیں گے تو پتا چلے گا نا۔"
"تم رہنے دو....." اس نے مکھی اڑانے والے انداز میں ہاتھ لہرایا۔
"ایک بار تو میں ضرور لوں گی۔" وہ ماہ نور کو چڑانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ "سنا ہے بڑے کار آمد ہوتے ہیں ایسے تعویذ۔ دشمن کا دل فوراً" نرم ہو جاتا ہے اور پتھر سے پتھر دل محبوب بھی موم بن جاتا ہے۔"
"میں صبح روشن امی کو بتاؤں گی۔"
"ایک تو میری کامیابی کے راستے میں تم سب سے بڑی رکاوٹ ہو۔" خوش نصیب نے چڑ کر کہا۔ "جب کوئی بہادری کا کام کرنے کا سوچوں تم جا کر مخبری کر دیا کرو۔"
"تم الٹے کام سوچتی ہی کیوں ہو؟"
"کیونکہ مجھ سے سیدھے کام سوچے ہی نہیں جاتے۔" اس نے بے بسی سے کہا۔ "اب یہی دیکھ لو۔ شام سے دل مچل رہا ہے کہ پیر صاحب کے آستانے پر جا کر حاضری دوں اور دو چار تیر بہدف تعویذ لکھوا کر لاؤں پھر انہیں فضیلہ چچی کے پورشن کی دہلیز میں چھپا دوں۔" وہ آنکھیں گھما گھما کر ماہ نور کا خون خشک کر رہی تھی۔
"اور اس سے ہو گا کیا؟"
"وہی ہو گا جو فضیلہ چچی کے چھپائے ہوئے تعویذوں سے ہوتا ہے.... یعنی سب ہمارے اثر میں آجائیں گے اور سارے خاندان میں ہماری بات بھی ایسے ہی مانی جانے لگے گی جیسے فضیلہ چچی کی مانی جاتی ہے.... تم مانو یا نہ مانو' ماہ نور! کوئی نہ کوئی کرامت تو ہوتی ہے ان تعویذوں کی.... ایسے ہی تو سارا خاندان نہیں ڈرتا فضیلہ چچی سے۔"
"تو تم کیا چاہتی ہو؟ سب تم سے بھی ڈریں؟ ایسا مرتبہ کس کام کا خوش نصیب! جو صرف آپ کو آپ کے ڈر کی وجہ سے دیا جائے۔ ایسی عزت کا کیا کرنا کسی کو۔" وہ نرمی سے بول رہی تھی۔ "عزت ہو تو عرفات ماموں جیسی ہو... دل خود بخود ان کی طرف مائل ہو.... یہ نہیں کہ کوئی ڈر خوف ان کے پاس جا کر بیٹھنے باتیں کرنے پر مجبور کر دے۔"
"بات تو صحیح ہے۔" وہ سوچنے لگی پھر ایک دم کوئی خیال آیا تو بولی۔
"ماہ نور! یہ شامیر تمہیں کیسا لگا؟"
"یہ کیسا بے تکا سوال ہے؟" ماہ نور نے گھور کر اسے دیکھا۔
"تم بتاؤ تو۔" وہ بضد ہوئی۔

"ٹھیک ہے... اچھا ہے' میرا مطلب...." وہ سوچ سوچ کر بول رہی تھی۔ "ارے یار! میں نے اسے اتنے غور سے دیکھا ہی نہیں ہے کہ بتاؤں کیسا ہے.... ویسے بھی فضیلہ چچی اسے اپنے پروں سے باہر نکلنے دیں گی تو پتا چلے گا کیسا ہے۔" وہ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگیں۔

"چار دن ہو گئے ہیں اسے آئے ہوئے.... ہر وقت یا تو صیام اس کے ساتھ چپکی بیٹھی ہوتی ہے یا فضیلہ چچی اس پر پہرہ دے رہی ہوتی ہیں۔"

"پہرہ تو دینا ہی پڑے گا.... صیام کے بجائے اگر اس نے کسی اور کو پسند کر لیا تو....؟" خوش نصیب مزہ لے کر بولی پھر ایک دم سے کچھ خیال آیا تو بولی۔

"ماہ نور! کتنا مزہ آئے۔ اگر واقعی شامیر' صیام کے بجائے کسی اور کو پسند کرلے۔"

"اچھا.... مثلاً" کسے؟" وہ بھی ذرا دلچسپی لے کر بولی۔

"مثلاً" تمہیں.... یا مجھے۔" اس کے لہجے میں ذرا بھی سنجیدگی نہیں تھی۔

"اللہ نہ کرے۔" ماہ نور دہل کر بولی۔ "ایسا ہوا تو فضیلہ چچی کو ہم سب کے سر پر ایک اور طوفان اٹھانے کا موقع مل جائے گا۔"

"ارے ایسے کئی طوفان آئے اور گئے.... یہاں پروا کسے ہے؟" وہ حسب سابق لاپروائی سے بولی تھی۔

"نہیں خوش نصیب! ایسا سوچنا بھی مت۔" ماہ نور فوراً" ہی سنجیدہ ہو گئی۔ "میرا دل چاہتا ہے روشن امی اور نانی اب ہر پریشانی سے دور رہیں۔ اور اگر خدانخواستہ شامیر نے ہم دونوں میں سے کسی کا نام بھی لیا تو ان کے لیے ایک نہ ختم ہونے والی پریشانی کا آغاز ہو جائے گا.... بلکہ اچھا ہوا تم نے یہ بات کہہ دی.... مجھے تو اب تک ایسا کوئی خیال بھی نہیں آیا تھا۔"

خوش نصیب چونکہ اس کی کسی بات سے متفق نہیں تھی سو برے برے منہ بنا کر اس کی بات سن رہی تھی۔ اس کے چپ ہوتے ہی بولی۔

"ہاں دراصل تم میرے جیسی ذہین نہیں ہو نا.... اس لیے تمہیں ایسا کوئی خیال نہیں آیا۔" اس نے کروٹ لی اور سر تک لحاف تان لیا۔

ماہ نور اس کی بے ساختگی پر اپنی مسکراہٹ چھپا نہیں پائی۔ ایک چپت اس کے کندھے پر لگائی اور خود بھی سونے کے لیے لیٹ گئی۔

دوسری طرف لحاف کے اندر گو کہ خوش نصیب کی آنکھیں بند تھیں لیکن سونے سے پہلے دماغ بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اور ہر غلط کام کا آغاز کرتے ہوئے اس کا دماغ ایسے ہی تیزی سے کام کرنے لگتا تھا۔

☼ ☼ ☼

معاویہ بددلی سے کھا رہا تھا اور صاعقہ ممانی خاموشی سے بیٹھی اسے دیکھ رہی تھیں۔

"بہت کمزور ہو گئے ہو.... کھانا نہیں کھاتے کیا؟" فکرمندی سے پوچھا۔

معاویہ ایک دم کھاتے کھاتے رکا۔ اس کا دل چاہا انہیں بتائے کہ اسے کھانے سے رغبت نہیں رہی۔

"بابا کا کک آپ کے جیسا اچھا کھانا نہیں پکاتا.... میں سوچ رہا ہوں' کچھ دن کے لیے اسے آپ کے پاس بھیج دوں.... دو چار اچھے کھانے ہی پکانا سکھا دیں اسے۔" صرف انہیں دکھانے کو وہ اب جلدی جلدی کھانے لگا تھا۔

"یہ چکن بہت اچھی بنی ہے.... آپ شام میں میرے لیے اسپیگیٹی بنا دیں گی؟ آپ جیسی اچھی اسپیگیٹی

کوئی نہیں بنا سکتا۔۔۔ اٹلی کا کوئی ماہر شیف بھی نہیں۔"

صاعقہ ممانی اداسی سے مسکرائیں۔

"تمہاری یہ عادت بالکل وسامہ جیسی ہے۔۔۔ وہ بھی مجھے خوش کرنے کے لیے ایسے ہی میری جھوٹی تعریفیں کیا کرتا تھا۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہا۔۔۔ آپ واقعی۔۔۔"

"وسامہ بہت ناراض تھا ہم سے ناراض ہی دنیا سے چلا گیا۔" یکایک وہ رونے لگیں۔ معاویہ نے ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"وہ ناراض نہیں تھا۔"

"اگر ناراض نہیں تھا تو گھر واپس کیوں نہیں آیا؟"

"اسے تو ماموں نے گھر سے نکالا تھا۔۔۔ آپ سے ناراض ہونے کا تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ۔"

"آجاتا۔۔۔ باپ کے پیروں میں گر جاتا۔۔۔ وہ معاف کر ہی دیتے۔۔۔ آئے کت کو بھی تو اب کیسے سینے سے لگا کر رکھا ہے۔"

وہ دکھی تھیں، نالاں تھیں اور اس لیے بھی زیادہ پچھتا رہی تھیں کہ اب جتنی مرضی کوشش کرتیں۔ وسامہ کو واپس نہیں لا سکتی تھیں۔ موت وہ آخری حد ہے جس سے گزر جانے کے بعد کسی کے واپس آنے کی توقع ہی پاگل پن ہے۔

معاویہ کے تاثرات ایک دم سے سخت ہو گئے۔ اس نے ممانی کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اس سارے فساد کی جڑ ہی آئے کت تھی۔۔۔ نہ وہ وسامہ کی زندگی میں آتی۔ نہ ماموں وسامہ کو گھر سے نکالتے نہ اسے فلک بوس جا کر رہنا پڑتا اور نہ۔۔۔" ایک دم غصے سے بولتا ہوا وہ چپ ہو گیا۔ صرف شک کی بنیاد پر وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

"اور نہ؟" ممانی اس کے لفظوں میں الجھ گئی تھیں۔

"کچھ نہیں۔۔۔" اس نے نفی میں سر ہلایا اور بولا۔ "یہ سب ایسے ہی ہونا تھا ممانی! یاد ہے بچپن میں آپ نے ہی مجھے قسمت کا فلسفہ سمجھایا تھا۔"

انہوں نے روتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ معاویہ نے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔ چند منٹ بعد صاعقہ ممانی کی حالت سنبھلی تو بولیں۔

"معاف کرنا۔۔۔ میں تمہیں بتانا بھول گئی۔۔۔ وہ کمرہ اب آئے کت کے زیر استعمال ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔۔۔ لیکن آپ کو وہ کمرہ اسے نہیں دینا چاہیے تھا۔" معاویہ نے کھانا کھاتے ہوئے کہا۔

"وسامہ چلا گیا لیکن مجھے تو واپس آنا ہی تھا۔"

"اس نے بہت منت سے کہا تھا معاویہ! میں انکار نہیں کر سکی۔"

معاویہ نے غور سے ان کی بات سنی اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں وہ منت سے ہی کہتی ہے۔" اس نے زیر لب کہا اور رغبت سے کھانا کھانے لگا۔

☆ ☆ ☆

صبح وہ دیر سے اٹھی۔ تھوڑی دیر چھت پر پھرتی ادھر ادھر کے گھروں میں جھانکتی رہی۔ پھر نیچے آئی تو شامیر کچن ٹیبل پر بیٹھا ناشتہ کرنے میں مشغول تھا۔ ساتھ ساتھ اخبار پڑھ رہا تھا۔

ماہ نور چولہے کے پاس کھڑی بدتمیزی کی حد تک سنجیدہ شکل بنائے دوپہر کے کھانے کی تیاری شروع کر چکی تھی۔

شامیر، خوش نصیب کو دیکھ کر حسب عادت مسکرایا اور ساتھ ناشتے کی دعوت دی۔

"کیا وجہ ہے کہ ہمارے کھانے کے اوقات اکثر ہی ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہیں؟"

"محض اتفاق ہے.... کوئی خاص وجہ نہیں۔" اس نے ہر لفظ پر زور دے کر کہا۔ اپنا آملیٹ پراٹھے میں رول کرتے ہوئے ماہ نور کو آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کیا اور شامیر کو بری طرح نظرانداز کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔

شامیر نے زیر لب مسکراتے ہوئے آنکھیں سکیڑ کر اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ لڑکی دلچسپ تھی۔ اس نے سوچا اور یونہی گردن موڑتے ہوئے ماہ نور پر نظر پڑی تو وہ بغور اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ شامیر چونکا۔ ماہ نور نے سٹپٹا کر نظریں پھیرلیں اور جلدی جلدی سبزی کاٹنے لگی۔

"یہ آپ کی بہن!.... سب کو ہی ایسے اگنور کرنے کی عادی ہیں یا یہ رویہ بطور خاص میرے لیے ہے؟"

ماہ نور کو بے حد شرمندگی ہوئی۔ پتا نہیں یہ خوش نصیب ہمیشہ شرمندہ کرنے والے کام ہی کیوں کرتی تھی۔

اور وہ بھی کیسا منہ پھٹ تھا۔ سیدھا منہ پر ہی سوال دے مارا۔ یہ نہیں کہ انسان مروتاً" ہی نظرانداز کردے۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے.... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں ماہ نور بی بی کہ رویوں کو محسوس نہ کرسکوں۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"لیکن خیر.... آپ کہہ رہی ہیں تو غلط نہیں ہوگا.... خوب صورت چہرے ویسے بھی جھوٹ کے فن میں طاق نہیں ہوتے۔" اس نے سادگی سے کہا' اخبار جھاڑا اور شہ سرخیوں میں گم ہوگیا۔

ماہ نور بے چاری، ہڑبڑاہٹ کے عالم میں پیاز کے ساتھ ساتھ اپنی انگلی بھی کاٹ بیٹھی۔

☼ ☼ ☼
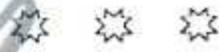
کھانا کھا کر معاویہ اس کمرے میں آگیا جو صاعقہ ممانی نے اس کے لیے تیار کیا تھا۔

وہ تھکا ہوا تھا اور ذہن پر بوجھ بھی تھا اسی لیے فوراً" ہی سونے کے لیے لیٹ گیا۔ لیکن نیند ابھی آنکھوں کی دہلیز پر اٹکی ہوئی تھی۔ وہ کروٹیں بدل بدل کر تھک گیا۔ تو یہ کوشش ہی ترک کردی اور چت لیٹ کر چھت پر گول گول گھومتے پنکھے کو دیکھنے لگا۔ موسم بدل گیا تھا۔ اب پنکھا چلانے سے خنکی بڑھتی تھی لیکن معاویہ کو اس موسم کی عادت نہیں تھی۔ وہ آسائشات کا عادی تھا جو اس گھر میں ہرگز اسے میسر نہیں آسکتی تھیں۔

جہاں اسے آسائشات ملتی تھیں' وہ اس کے باپ کا گھر تھا اور جو چیز باپ کے گھر میں نہیں ملتی تھی وہ ذہنی سکون تھا۔ اسی ذہنی سکون اور محبتوں بھری فضا کی تلاش اسے اس گھر میں کھینچ لاتی تھی۔ لیکن اب یہاں بھی سکون نہیں تھا۔

وسامہ نہیں تھا تو جیسے کچھ بھی نہیں تھا۔

پنکھا سست روی سے چل رہا تھا۔ صاعقہ ممانی اس کی عادات سے واقف تھیں۔ اسی لیے پنکھا کھول گئی تھیں، انہیں پتا تھا اس کے بغیر وہ سو نہیں پائے گا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھیں پنکھا چلا کر بھی اسے نیند نہیں آئے گی۔

جب پنکھے کو دیکھ دیکھ کر بھی وہ تھک گیا تو اس نے کروٹ بدل لی۔ مزید کچھ دیر کی تگ و دو کے بعد بالآخر اسے نیند آگئی۔ کئی گھنٹے سونے کے بعد اس کی آنکھیں اپنے سیل فون کی مدھم بیپ سے کھلی تھیں۔ اس نے آنکھیں مسل کر سرہانے دائیں بائیں ہاتھ مار کر موبائل فون تلاش کیا۔ نیند بھری آنکھوں سے نمبر چیک کیا۔ اسکرین پر جو نمبر

چمک رہا تھا' وہ بابا کا تھا۔ معاویہ نے بیزاری سے منہ بنایا لیکن بابا کی کال کو نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس نے فون اٹھایا۔

"السلام علیکم بابا!"

"تم کہاں غائب ہو؟" اس کے سلام کا جواب دیے بنا انہوں نے رکھائی سے پوچھا اور اتنی رکھائی کو وہ ان کا حق سمجھتا تھا۔ انہیں بنا اطلاع دیے آگیا تھا اور ایسا کرکے بلاشبہ اس نے ان کی ناراضی میں اضافہ کیا تھا۔

"میں ماموں کے پاس آگیا ہوں..." اس نے دھیمی سی آواز میں کہا۔ "مجھے کچھ دن یہیں رہنے دیں۔" وہ التجا کر رہا تھا۔

"تم لاہور میں ہو؟" انہیں سن کر اچنبھا ہوا۔ "اور تم نے وہاں جانے کے لیے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔" اب ان کی آواز میں درشتی تھی۔

"میں پہلے بھی یہاں آتا تھا... کوئی پہلی بار نہیں آیا کہ آپ سے اجازت لیتا۔"

"پہلے کی بات اور تھی... اس وقت وسامہ تھا وہاں..."

"اب ماموں ہیں ممانی ہیں اور... اور آئے کت ہے۔"

"اس کا نام نہ لو میرے سامنے۔" انہوں نے ڈپٹ کر کہا۔ "وہ کرپٹ لڑکی مجھے بالکل پسند نہیں ہے... بہتر ہو گا تم جلد از جلد..."

معاویہ نے فون کاٹ دیا اور سرہانے ڈال دیا۔ بابا جب بھی آئے کت کو برا بھلا کہتے تھے۔ معاویہ چپ ہو جاتا تھا' اسے نہ اچھا لگتا تھا نہ برا۔ لیکن اس وقت اس سے سنا نہیں گیا تو اس نے بابا کے ردعمل کی پرواہ کیے بنا کال کاٹ دی۔

دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اس نے آنکھیں مسلتے ہوئے سوچنے کی کوشش کی کہ وہ کتنی دیر تک سوتا رہا ہے' تب ہی کھڑکی کے باہر بادل زور سے گرجے تو وہ چونک گیا اور اٹھ کر کھڑکی کے پاس آگیا۔ پردہ ہٹایا تو آسمان گھرے کالے بادلوں کی زد میں تھا اور بارش تڑاتڑ برس رہی تھی۔ معاویہ نے وال کلاک میں ٹائم دیکھا۔ شام کے ساڑھے پانچ بجے تھے ابھی۔ اور باہر دیکھو تو لگتا تھا رات بس زمین پر اترنے کو ہے۔ اس نے پردہ برابر کیا اور کمرے سے باہر آگیا۔

صحن میں بارش خوب زور شور سے برس رہی تھی۔ اور سارے گھر میں پکوڑوں کی خوشبو پھیلی تھی۔

معاویہ سیدھا کچن میں آگیا۔ صاعقہ ممانی پکوڑے تل رہی تھیں۔ جوں ہی وہ کچن میں داخل ہوا' اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

"میں بس تمہیں جگانے ہی آ رہی تھی۔"

"آپ کے پکوڑوں کی خوشبو نے جگا دیا۔" وہ پاس آیا اور پلیٹ سے اٹھا کر پکوڑا کھانے لگا۔ "ساتھ چائے بھی مل جائے تو کیا بات ہے۔"

"بیٹھو... میں بنا رہی ہوں۔"

وہ پکوڑوں کی پلیٹ اور رائتہ لے کر کچن ٹیبل پر بیٹھ گیا اور مزے سے کھانے لگا۔ یکایک اسے احساس ہوا' کھانے سے بے رغبتی کی ایک وجہ واقعی یہ بھی تھی کہ بابا کے خانساماں کے ہاتھ میں صاعقہ ممانی کے ہاتھ والا ذائقہ ہی نہیں تھا۔

"ماموں کہاں ہیں؟"

"عصر کی نماز پڑھنے مسجد گئے تھے۔ اب میرا خیال ہے بارش کے رکنے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-
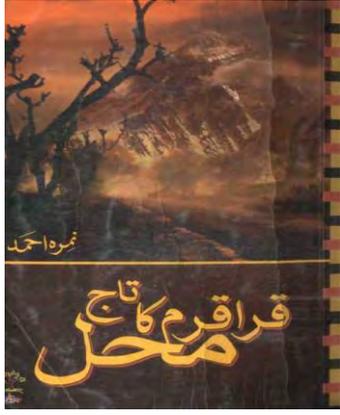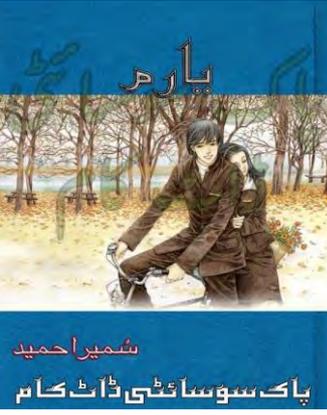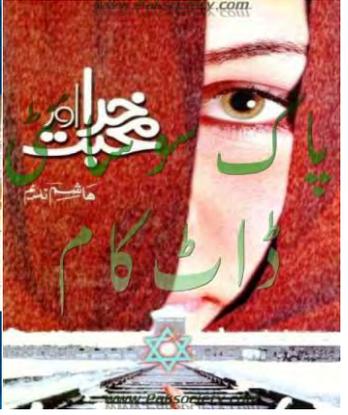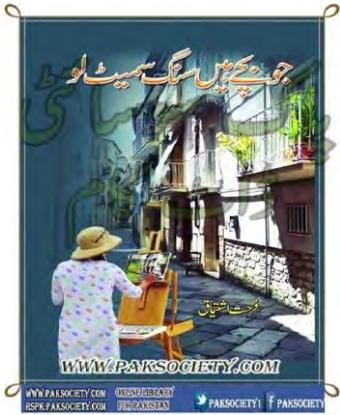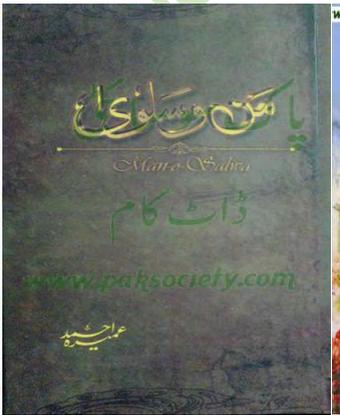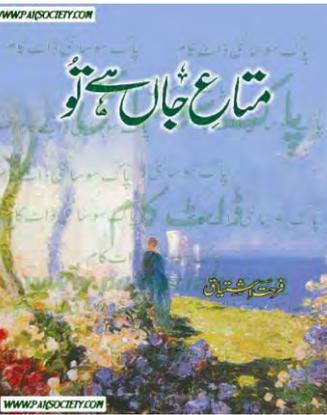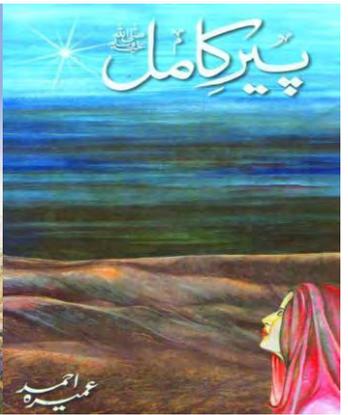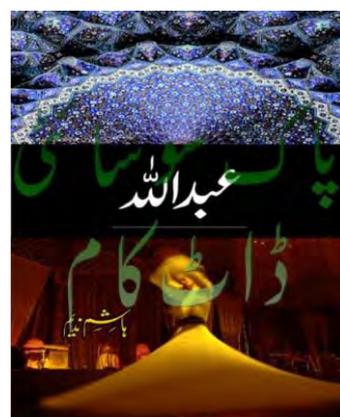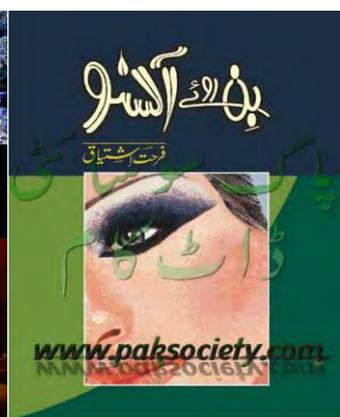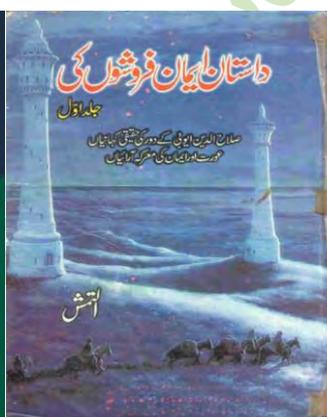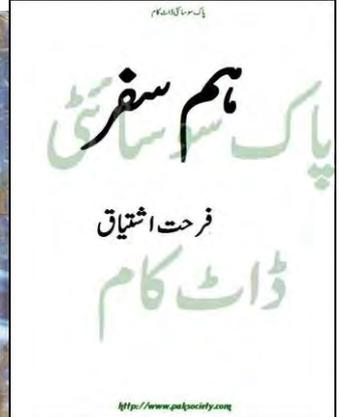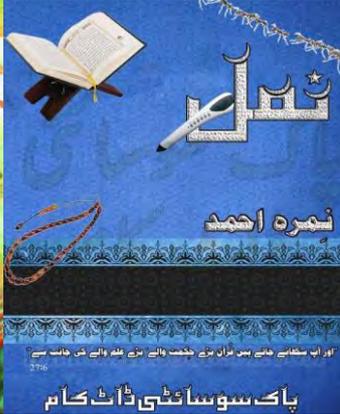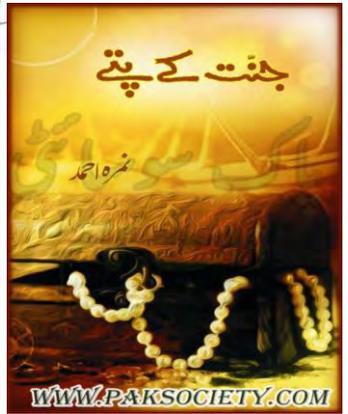
"اور.... آئے کت کہاں ہے؟" وہ پوچھنا نہیں چاہتا تھا مگر نہ جانے کیوں پوچھ بیٹھا۔
"نہیں کہیں ہو گی.... وہ کہاں جائے گی۔" وہ گہری دکھ بھری سانس بھر کر بولیں۔ "بڑی مشکل سے اس نے اس حقیقت کو قبول کیا ہے کہ وسامہ اب اس دنیا میں نہیں رہا.... مجھے افسوس ہوتا ہے یہ سوچ کر کہ ہم اس لڑکی کو پہچان کیوں نہیں سکے۔ آئے کت تو بہت اچھی ہے معاویہ! وسامہ سے بہت محبت تھی اسے۔" وہ بڑے دکھ سے بول رہی تھیں۔
معا" وہ معاویہ کو کچن کے دروازے سے باہر ذرا فاصلے پر برآمدے میں کھڑی نظر آ گئی۔ اسکن کلر کے سادہ سوٹ پر اس نے کالی چادر اس طرح اوڑھی ہوئی تھی جیسے خود کو چھپانا چاہتی ہو۔
معاویہ بلاوجہ اسے دیکھتا چلا گیا۔
"میرا خیال تھا' یہ اپنی ماما کے پاس چلی گئی ہو گی۔" اچانک اس نے کہا۔
"تمہیں نہیں پتا.... آئے کت کی ماں کا تو چند مہینے پہلے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو چکا ہے۔"
معاویہ نے حیرت سے ممانی کو دیکھا۔ "یہ کب کی بات ہے؟ مجھے اس بارے میں بالکل نہیں پتا۔"
"افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آئے کت کو بھی اس بارے میں نہیں پتا تھا۔" ممانی چائے لے کر دوسری کرسی پر آن بیٹھیں۔
"جب ہم بشام سے واپس آئے تو تمہارے ماموں نے آئے کت کی ماں کو فون کیا تھا۔ لیکن وہ ٹریس نہیں ہو پا رہی تھیں۔ بڑی کوشش کے بعد کسی پرانی لینڈ لیڈی نے بتایا کہ ان کا تو انتقال ہو چکا ہے۔"
"اوہ.... افسوس ہوا۔"
"آئے کت کی حالت بہت بری تھی.... پہلے شوہر اور پھر ماں کی ایسی ناگہانی موت کی اطلاع۔ نقصان ہمارا بھی چھوٹا نہیں ہے لیکن آئے کت کی تو پوری دنیا ہی ویران ہو گئی ہے.... وہ ابھی تک سنبھل نہیں پائی۔"
معاویہ نے تاسف سے اسے دروازے کے باہر دیکھا۔
اس کے چہرے کا ایک رخ بتاتا تھا کہ وہ ابھی بھی رو رہی ہے لیکن وہ کیا کر سکتا تھا۔ کچھ لوگوں سے ہمیں جتنی چاہے ہمدردی محسوس ہوتی رہے ان کے دکھ دور کرنے کے لیے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

☼ ☼ ☼

خوش نصیب ایسے ہی پوری فضل منزل میں گھومتی گھامتی فضیلہ چچی کے پورشن میں آ نکلی۔ برآمدے میں ٹیلی فون سیٹ پڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ایک ہاتھ سے پراٹھا رول کھاتے ہوئے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی میں کھجلی ہونے لگی۔ اس نے احتیاط سے گردن گھما گھما کر سب طرف دیکھا۔ جب یقین ہو گیا کہ کوئی بھی موجود نہیں ہے تو جست لگا کر فون تک پہنچی۔ فون سیٹ اٹھا کر گود میں رکھا اور وہیں برآمدے کے فرش پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی۔
جلدی جلدی فریحہ کا نمبر ڈائل کیا اور کال اٹینڈ ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ رات بھر فریحہ کی ناراضی کے خیال سے اسے عجیب عجیب خواب آتے رہے تھے۔ کبھی ایسا لگتا فریحہ اس کے ساتھ ناراض ہو کر کسی پل سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر رہی ہے۔ خوش نصیب اسے بچانے بھاگتی ہے لیکن تب تک فریحہ چھلانگ لگا چکی ہوتی ہے۔
کبھی فریحہ کو ناراض شکل کے ساتھ بیری پیر کے درختوں پر مرے ہوئے کوے کی طرح الٹا لٹکا ہوا پایا۔ اور چونکہ یہ خوش نصیب کے خواب تھے تو ان سے کسی قسم کی سنجیدگی کی توقع فضول ہی تھی۔
خیر گھنٹی بجتی رہی لیکن فون اٹینڈ نہ ہوا تو خوش نصیب نے مایوس ہو کر ریسیور رکھ دیا۔ "لو بتاؤ۔ اتنا رسک بھی لیا اور فائدہ بھی کوئی نہ ہوا۔" ابھی فون سیٹ واپس رکھ کر اٹھنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

خوش نصیب ایسے سٹپٹائی جیسے وہ چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہو۔ اس نے جلدی سے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا۔

"ہیلو...!"

"آہا... کیا بے سُری آواز ہے، لیکن یقین کرو۔ کال ملانے سے پہلے میں سوچ ہی رہا تھا کہ کتنا مزہ آئے اگر آج کی تاریخ میں تمہاری آواز سننے کو مل جائے۔"

"اوہ... تم۔" اس نے پہچان کر برا سامنہ بنایا۔ "تمہیں یہاں سے جا کر بھی سکون نہیں آیا؟"

"سکون تو شاید مرتے دم تک نہ آئے... بشرطیکہ تم میرے ساتھ نہ ہوئیں تو..." وہ کیف تھا چوک جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"مجھے پتا ہے تم ہمیشہ یہ مرنے مارنے کی باتیں اس لیے کرتے ہو... تاکہ میں فلمی ہیروئنوں کی طرح دہل کر کہوں... ہائے اللہ نہ کرے... کیسی باتیں کرتے ہو وغیرہ وغیرہ... اور تمہیں میرا مذاق اڑانے کا موقع مل جائے۔"

وہ سن کر زیر لب مسکرانے لگا۔

"تم کہہ کر تو دیکھو... کیا پتا میں مذاق نہ اڑاؤں۔"

"لو اور سنو..." اس نے صاف مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ "قیامت کا دن ہی ہوگا وہ..."

"تم مجھ سے اتنی بدگمان کیوں رہتی ہو۔" وہ ہنس کر پوچھ رہا تھا۔

"نہیں بدگمانی کیسی۔" وہ لاپروائی سے بولی پھر سوچ کر بولی۔ "اچھا سنو کیف! تمہارا کیا خیال ہے... یہ جو پیر فقیر ہوتے ہیں... یہ کتنے سچے ہوتے ہیں؟"

"ہیں ہیں ہیں... تم کیا کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے والی ہو؟"

"پہلے میرے سوال کا تو جواب دے دو۔" وہ چڑ کر بولی کیونکہ کیف کا لہجہ اس کا سوال سنتے ہی غیر سنجیدہ ہو گیا تھا اور اسی بات سے خوش نصیب کو چڑ تھی۔

"دیکھو، میں پیروں فقیروں کو نہیں مانتا۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے ہوتے ہیں، ان کا احترام کرنا چاہیے لیکن یہ درباروں پر حاضری دینا، قبروں پر چادریں چڑھانا اور جھولیاں پھیلا پھیلا کر ان سے مدد کی درخواست کرنا میرے نزدیک کفر ہے۔" اس نے ذرا سنجیدہ ہو کر دوٹوک کہا۔

"لیکن کیف!... جو اتنے لوگ ان پیروں فقیروں کو مانتے ہیں... آخر کچھ نہ کچھ تو ہوگا ناں ان کے پاس... کوئی تو ایسی کرامت ہوگی جو انہیں بھاگ بھاگ کر ایسے بابوں کے پاس لے جاتی ہے۔" وہ الجھن بھرے انداز میں بول رہی تھی۔

"تم نے دیکھا ہے کبھی، ایسے عاملوں نے اپنے بڑے بڑے بورڈ بنا رکھے ہوتے ہیں اور ان پر کیسی کیسی باتیں لکھی ہوتی ہیں... سخت سے سخت دل دشمن بھی آپ کے آگے جھک جائے گا، محبوب آپ کے قدموں میں اور..."

"یار! میں تو پہلے ہی اپنے دل سمیت پورے کا پورا تمہارے قدموں میں ہوں اور کسی کو جھکا کر کیا کرو گی؟" اس نے ایک دم سے بہت سنجیدگی سے کہا اور ساتھ ہی بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ یہ ہنسی ایسی تھی جیسے وہ اپنے قہقہے کو روک نہ پایا ہو۔

خوش نصیب حسب معمول فوری طور پر تو سمجھی نہیں اور جب سمجھی تو اس کا پارہ ایک دم سے سوا نیزے پر پہنچ گیا۔

"کیف کے بچے! تم... تم..." ایسا لگتا تھا اس کا نام نہیں اس کی گردن دانتوں سے چبا رہی ہو۔
"ارے کیوں ان معصوموں کو کوس رہی ہو... کیسی ظالم ماں ہو یار!" اس نے پھر سابقہ انداز میں کہا۔
اور عین اس وقت جب خوش نصیب غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی' صیام وہاں آگئی۔
"یہ تم ہمارے فون کے ساتھ کیا کر رہی ہو؟" اس نے چیخ کر کہا۔
خوش نصیب کھڑی ہوئی اور صیام کا ہاتھ پکڑ کر ریسیور اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔
"کیف کی کال ہے... مبارک ہو صیام! کیف نے تم سے اظہار محبت کرنے کے لیے فون کیا ہے۔"
صیام کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ دوسری طرف کیف کے سر پر جیسے پہاڑ گرا تھا۔ وہ ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا اور خوش نصیب مزے سے کھسک لی۔

☼ ☼ ☼
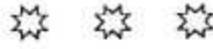
اس روز رات گئے تک بارش برستی رہی۔
اتنا سو لینے کے بعد اب نیند معاویہ کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ذہن مختلف سوچوں کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔
وہ آنکھیں بند کرتا تو ایسا لگتا وسامہ اسے مدد کے لیے پکار رہا ہے۔ معاویہ بے چین ہو کر آنکھیں کھول دیتا۔
جب کروٹیں بدل بدل کر تھک گیا تو اٹھ بیٹھا اور ٹی وی کھول کے ایک فضول سا ٹاک شو دیکھنے لگا۔ ٹی وی دیکھتے ابھی اسے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا جب ایسا لگا دروازے پر دستک ہوئی ہے۔
"کون ہے...؟ آجاؤ۔" معاویہ نے ٹی وی کی آواز کم کرتے ہوئے دروازے کی طرف منہ کر کے کہا۔ اس کی آواز اتنی بلند تو ضرور تھی کہ باہر کھڑا ہوا فرد بہ آسانی سن لے لیکن دروازہ کھولنے کے بجائے ایک بار پھر دستک دی گئی اور اس بار آواز زیادہ واضح تھی۔
معاویہ قدرے حیران ہوا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔
"کون ہے بھئی' آجاؤ۔" اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ باہر کوئی بھی نہیں تھا۔ ٹیرس کا اندھیرا منہ کھولے اسے تک رہا تھا۔ معاویہ بے ساختہ تھوڑا آگے ہوا اور اس نے ذرا دروازے سے باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھا۔ ٹیرس دور تک سنسان اور رات کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔
بارش رک چکی تھی لیکن ٹیرس پر جگہ جگہ بارش کا پانی کھڑا تھا جبکہ آسمان ابھی بھی بادلوں کی تہ تلے دبا تھا۔
گیلی ہوا کی سائیں سائیں معاویہ نے اپنے کانوں میں محسوس کی تھی۔
"مجھے غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" اس نے دل میں خود سے کہا اور واپس کمرے کی طرف مڑا۔ اسی وقت اسے سیڑھیوں کی جانب سے کوئی چیز گرنے کی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی سیڑھیوں پر کسی نے تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا۔
معاویہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' سرعت سے سیڑھیوں کی طرف دوڑا۔ سیڑھیاں اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھیں لیکن نیچے والے لاؤنج کے زیرو پاور بلب کی روشنی اتنی تو تھی کہ سیڑھیوں کے اختتام پر اس نے کسی کو مڑتے ہوئے اور دوسری طرف غائب ہوتے دیکھا۔ وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے آیا اور باہر گیٹ کی طرف بھاگا لیکن یہ دیکھ کر وہ ششدر ہی رہ گیا کہ گھر کا داخلی دروازہ بند تھا۔ اسے پار کیے بغیر کوئی گیٹ تک نہیں جا سکتا تھا اور نہ اس دروازے کو اندر سے لاک کیا جا سکتا تھا۔
اس کا مطلب جو کوئی بھی تھا ابھی گھر سے باہر نکل نہیں پایا تھا وہ اسی گھر میں اور وہیں کہیں موجود تھا۔
معاویہ چوکنا ہو کر مڑا اور اس نے ہوشیاری سے بنا گردن گھمائے ادھر ادھر نظر ڈالی۔ ساتھ ہی اس نے کارنس

پر پڑا لوہے کا ایک قدیم گل دان بھی اٹھالیا تھا۔
گلدان پر اپنی گرفت مضبوط کیے وہ چوکنا انداز میں آگے بڑھنے لگا' ساتھ ساتھ ادھرادھر کا جائزہ بھی لیتا جارہا تھا تاکہ پورے گھر میں جہاں بھی کوئی مشکوک انسان نظر آئے فورا" اسے دبوچ لے۔
معا" ایک وجود اسے کچن کے ادھ کھلے دروازے سے اندر حرکت کرتا ہوا دکھائی دیا۔ بلکہ وہ حرکت نہیں کر رہا تھا'اس نے جیسے دروازے کی اوٹ لی تھی۔
معاویہ نے دونوں ہاتھوں کی گرفت اور مضبوط کی اور محتاط قدموں سے چلتا ہوا دروازے تک آیا۔ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ آہستہ سے دروازے کو دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ وہ جو کوئی بھی تھا'سلیب کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس کے اتنے پرسکون انداز پر معاویہ کو ذرا دیر کے لیے تعجب ہوا۔ وہ اگر کوئی چور اچکا ہوتا تو اسے یہاں سے بھی فرار ہوجانا چاہیے تھا۔ لیکن اس کا پُرسکون انداز معاویہ کو کشمکش میں مبتلا کر رہا تھا۔ بہرحال اس نے گلدان پر گرفت مضبوط کی اور دبے پاؤں اس کی طرف چلنے لگا۔
اس دوران اس کا ذہن مختلف وسوسوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ گل دان اسے مارتا۔ آئے کت اپنی جھونک میں اس کی طرف پلٹی اور معاویہ کو یوں' اپنے اتنے قریب کھڑا دیکھ کر اس نے چیخ ماردی۔
معاویہ نے بوکھلا کر اس کے منہ پر سختی سے ہاتھ رکھ دیا۔ اپنی اپنی جگہ وہ دونوں ہی گھبرا بلکہ سٹپٹا گئے تھے۔
معاویہ کو فکر تھی کہ آئے کت کی چیخ سن کر ماموں یا ممانی جاگ نہ جائیں۔ اور آئے کت کو ڈر تھا معاویہ ہاتھ میں پکڑا گلدان اسے نہ کھینچ مارے۔ وہ بند منہ کے ساتھ پھٹی پھٹی آنکھوں سے معاویہ کو دیکھ رہی تھی۔
چند منٹ بعد صورت حال واضح ہوئی تو معاویہ نے اس کے ہونٹوں سے ہاتھ ہٹا دیا لیکن اس سے پہلے دھمکانا ضروری سمجھا۔
"میں ہوں.... آواز مت نکالنا۔"
اس کا ہاتھ منہ سے ہٹتے ہی آئے کت بدک کر پیچھے ہٹی اور اپنا تنفس بحال کرنے کو چند گہرے سانس لیے۔
اس دوران وہ معاویہ کو بڑی تنفر نظروں سے دیکھ رہی تھی۔
"تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟" معاویہ نے ناراضی سے اور الجھن بھرے انداز میں پوچھا۔
"اپنے لیے کافی بنانے آئی تھی.... لیکن "تم" اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس نے معاویہ کے ہاتھ میں پکڑے گلدان کی طرف دیکھتے ہوئے مزید ناراضی سے پوچھا۔ اس کے پوچھنے پر ایک دم معاویہ کو احساس ہوا اگر بروقت آئے کت نہ پلٹی ہوتی تو یقینا" معاویہ وہ گلدان اس کے سر پر مار چکا ہوتا۔ اپنی حماقت کا احساس ہوتے ہی اس نے گلدان کچن سلیب پر رکھ دیا تھا۔
"کچھ نہیں' وہ بس۔"
"ہوں۔" آئے کت نے ایک تیکھی نظر اس پر ڈال کر اپنا مگ اٹھایا اور جانے لگی۔ معاویہ کو ایک دم سے کچھ خیال آیا تو اسے پکار بیٹھا۔
"اوپر میرے کمرے کے دروازے پر کیا تم نے دستک دی تھی؟"
آئے کت نے اس سوال پر ایسے اسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو یہ کیسا سوال ہے۔
"کس قدر احمقانہ سوال ہے۔ رات کے اس پہر میں تمہارے دروازے پر کیوں دستک دوں گی؟"
"لیکن دستک کی آواز بہت واضح تھی.... میں نے سیڑھیوں پر کسی کو بھاگتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔" معاویہ نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔
"ضرور فلک بوس کا آسیب ہوگا.... وہ بدروح.... وسامہ کے بعد ممکن ہے اب وہ تمہارے پیچھے پڑگئی ہو۔"

آئے کت نے طنز سے کہا، سر جھٹکا اور کچن سے باہر نکل گئی۔ معاویہ کے ماتھے پر ان گنت الجھنیں تھیں جو تہہ در تہہ بچھی تھیں۔

☆ ☆ ☆

اگلی صبح وہ بیدار ہوا تو ناشتے سے پہلے وہ سارے گھر میں پھرتا رہا۔

طالب ماموں کا گھر کچھ زیادہ وسیع و عریض نہیں تھا بمشکل سے پندرہ مرلے کا ہوگا۔ فلک بوس کی طرح نہیں کہ شروع ہو تو ختم ہونے کا نام ہی نہ لے۔ لہٰذا یہاں کوئی ایسا کونا بھی نہیں تھا جو اس کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ ویسے بھی اس کا بیشتر بچپن یہیں گزرا تھا۔ وہ اس گھر کے چپے چپے سے واقف تھا۔ ایسے میں اس کی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ رات کو اگر گھر میں کوئی داخل ہوا اور اس نے معاویہ کے دروازے پر دستک بھی دی تو پھر وہ اچانک غائب کہاں ہو گیا۔

گھر میں داخل ہونے کا راستہ بھی ایک ہی تھا۔ جو پوری رات مقفل رہتا تھا۔

پورے گھر کا تین بار جائزہ لینے کے بعد وہ اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ تھی ضرور۔ لیکن کیا۔۔۔؟ یہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"رات مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے دروازہ ناک کیا ہو۔ لیکن جب میں باہر نکلا تو باہر کوئی بھی نہیں تھا۔" ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہوئے اس نے طالب ماموں اور صاعقہ ممانی کو بتایا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" ماموں نے کہا۔

"میں بھی غلط فہمی سمجھتا اگر میں نے کسی کو سیڑھیوں پر بھاگتے ہوئے نہ دیکھ لیا ہوتا۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" صاعقہ ممانی ایک دم سے پریشان ہو گئی تھیں۔ "اس کا مطلب رات کو کوئی گھر میں گھسا تھا۔۔۔ یہ تو بہت پریشانی کی بات ہے۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے ممانی! میں سارا گھر چیک کر چکا ہوں۔ نہ تو چوری کے آثار ہیں نہ کسی کے بھاگ نکلنے کے۔۔۔ باہر کے دروازے کو ویسے ہی لاک لگا ہوا ہے جیسا رات آپ نے لگایا تھا۔"

"تو پھر کون ہو سکتا ہے؟" طالب ماموں فکرمندی سے بولے ان کے لہجے میں الجھن تھی۔

"ہو سکتا ہے آدم شمتی ہو۔" آئے کت نے آملیٹ کی پلیٹ میز کے درمیان رکھتے ہوئے کہا۔

"سنا ہے آسیب بہت تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔۔۔ کیا پتا وہ بھی فلک بوس سے یہاں آگئی ہو۔"

معاویہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ آئے کت کو یہ بات ماموں اور ممانی کے سامنے نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کم سے کم معاویہ کا یہی خیال تھا۔

"وسامہ کے بعد اب وہ معاویہ کے پیچھے ہوگی۔ آئی تھنک معاویہ! تمہیں کسی عامل کے پاس جانا چاہیے۔" وہ بڑی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ طنز کر رہی ہے یا نہیں۔

"تم تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہو گی؟" معاویہ نے سختی سے کہا۔

"نہیں۔" چائے کا کپ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے آئے کت نے ترنت کہا۔

"فلک بوس تمہارا ہے تو وہاں رہنے والے آسیب کا سب سے زیادہ حق بھی تم ہی پر ہے۔۔۔ وسامہ بے چارا تو غلط فہمی میں مارا گیا۔"

"آئے کت! اس طرح کی باتیں مت کرو۔" صاعقہ ممانی اس کے تیور پہچان کر منت سے بولی تھیں۔

"میں اس طرح کی باتیں کیوں نہ کروں۔ آپ اس دن پوچھ رہی تھیں ناکہ وسامہ کیوں چلا گیا دنیا سے... میں بتاتی ہوں آپ کو۔ وہ اس لیے چلا گیا کیونکہ معاویہ نے اسے موت کے منہ میں دھکیلا۔" وہ ایک دم سے پھٹ پڑنے کے انداز میں بولی۔

معاویہ کے سر پر جیسے آسمان آگرا تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو۔" وہ غضب ناک ہو کر گرجا۔

"کاش یہ بکواس ہوتی... کاش میں بکواس ہی کر رہی ہوتی لیکن یہی سچ ہے مسٹر معاویہ شیرازی! ایسا سچ جو تم کبھی کسی کے سامنے آنے نہیں دو گے۔ تم اچھی طرح جانتے تھے فلک بوس آسیب زدہ ہے۔ اس کے باوجود آپ کے باوجود تم نے مجھے اور وسامہ کو وہاں جانے دیا۔ تم نے ہمیں مجبور کیا کہ وہاں جا کر رہیں جہاں کوئی انسان محفوظ نہیں رہ سکتا۔"

"یہ سچ نہیں ہے۔" وہ زور دے کر بولا۔

"یہ سچ ہے۔" وہ چلائی۔ "تم جلتے تھے وسامہ سے ہم ہمیشہ اس جیسا بننا چاہتے تھے... یاد کریں انکل! یہ بات آپ نے خود مجھے بتائی تھی کہ معاویہ بہت چھوٹی عمر سے وسامہ کو فالو کیا کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ کہتا تھا میں وسامہ جیسا بننا چاہتا ہوں اور جب یہ ویسا نہیں بن سکا... ویسا ہر دل عزیز نہیں بن سکا تو اس نے وسامہ کو فلک بوس بھجوا دیا... کیونکہ یہ جانتا تھا وہ آسیب کسی کو بھی وہاں ٹکنے ہی نہیں دے گا۔"

"اپنے گناہ پر پردہ ڈالنے کے لیے وسامہ کی موت کا ذمہ دار مجھے مت ٹھہراؤ۔" معاویہ چیخ کر بولا تھا۔ "سچ تو یہ ہے کہ وسامہ کی موت کی ذمہ دار تم ہو... محبت کی شادی کرنے کے باوجود تم کبھی اسے وہ خوشی دے ہی نہیں پائیں جو اس جیسا اچھا انسان ڈیزرو کرتا تھا۔"

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

"اچھا... ؟ میں اسے خوشی نہیں دے پائی اس لیے میں نے وسامہ کو... اپنے شوہر کو قتل کر دیا... ؟ واؤ... !! اس قدر بے تکا الزام ہے۔" آئے کت نے سلگ کر کہا۔

"مجھے نہیں پتا کیا ہوا کیا نہیں... میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کی موت میں کہیں نہ کہیں تمہارا ہاتھ ہے۔"

"ٹھیک ویسے ہی جیسے میں مانتی ہوں وسامہ کے اس دنیا سے چلے جانے کی ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے۔" وہ سابقہ انداز میں بولی۔

"تم نے محبت کے نام پر اسے موت کے گھاٹ اتارا...۔" وہ غرایا۔

"اور تم نے بھائی بن کر۔" وہ بھی چلائی۔

کچھ دیر کے لیے ڈائننگ روم میں سناٹا چھا گیا پھر طالب ماموں نے شاک سے نکلتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کیوں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھال رہے ہو۔"

"کیونکہ ہم دونوں ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں... جب تک زندہ رہیں گے اسی طرح ایک دوسرے کو ذلیل کرتے رہیں گے۔" آئے کت نے دو ٹوک انداز میں کہا۔ ایک چھچھلتی ہوئی نگاہ معاویہ پر ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

معاویہ نے اپنا غصہ دبانے کے لیے دانت بھینچ لیے۔ مٹھیاں کس لیں۔ اس کی کنپٹی کی ایک رگ مسلسل پھڑک رہی تھی۔ اس نے ایک نظر صاعقہ ممانی اور طالب ماموں پر ڈالی۔ وہ دونوں ہی عجیب طرح کے تاثرات کا شکار ہو گئے تھے۔

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبداللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

"میں اسے قتل کر دوں گا۔۔۔ میری بات لکھ کر رکھ لیں۔۔۔ میں واقعی اسے قتل کر دوں گا۔" اس نے ہاتھ مار کر میز پر پڑے برتن گرا دیے اور تن فن کرتا باہر نکل گیا۔

"معاویہ!۔۔۔ معاویہ! میری بات سنو۔" طالب ماموں اپنی جگہ سے اٹھے لیکن گھبراہٹ میں فوری طور پر ان سے اٹھا نہیں گیا۔

"اسے روکیں۔۔۔ کہیں غصے میں کچھ کر نہ بیٹھے۔" صاعقہ ممانی حواس باختہ اس کے پیچھے دوڑی تھیں۔

معاویہ سیدھا کچن میں آیا۔ اسے تیز دھار چھری یا کسی ایسی چیز کی ضرورت تھی جس سے آئے کت کو قتل کر سکے۔ اس نے ہیجانی انداز میں الماریاں اور درازیں کھولنا شروع کر دی تھیں۔ لیکن فوری طور پر اسے کچھ بھی نہیں مل رہا تھا۔

اسی اثنا میں صاعقہ ممانی اور طالب ماموں تقریباً دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے آئے۔

"معاویہ۔۔۔ بیٹا! تم یہ کیا کر رہے ہو؟" صاعقہ ممانی کی آواز گھبراہٹ کے مارے کپکپا رہی تھی۔

"میں آئے کت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" وہ غصے سے یہاں وہاں ہاتھ مار رہا تھا۔

"غصہ تھوک دو معاویہ! وسامہ جا چکا ہے۔۔۔ اس طرح جذباتیت کا مظاہرہ کر کے وہ واپس نہیں آجائے گا۔" طالب ماموں نے اسے پکڑ کر روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ معاویہ نے زبردستی اپنا آپ ان سے چھڑایا۔

"مجھے چھوڑ دیں ماموں! مجھے روکنے کی کوشش مت کریں۔۔۔ آپ صحیح کہتے تھے "آئے کت اس قابل نہیں تھی کہ وسامہ جیسا لڑکا اس سے شادی کرتا۔ ہم اسی وقت روک لیتے وسامہ کو تو آج وہ ہمارے درمیان ہوتا۔" وہ ہیجانی انداز میں زور زور سے بول رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔ اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں اور ان سے آنسو بہہ رہے تھے۔ لیکن ایسا لگتا تھا معاویہ کو اس بارے میں علم نہیں ہے۔

وہ غم و غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اسے تیز دھار چھری مل گئی تھی۔ اسے لیے وہ باہر کی طرف لپکا۔

طالب ماموں نے اسے زبردستی پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔

"تمہارے پاس ثبوت ہے؟" وہ اسے باہر نکلنے سے روکنے کی تگ و دو کر رہے تھے اور ہلکان ہو رہے تھے۔

"تمہارے پاس ثبوت ہے معاویہ کہ وسامہ کو آئے کت نے قتل کیا ہے؟"

شور کی آواز سن کر آئے کت دوڑی چلی آئی۔ اور یہاں کا منظر دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے۔

"مجھے چھوڑیں ماموں! میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔" ان کی بات سنے بغیر وہ خود کو چھڑا کر تیزی سے آئے کت کی طرف بڑھا۔ عین ممکن تھا وہ اسے چھری سے زخمی کر دیتا کہ طالب ماموں نے سرعت سے اسے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا اور ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر مارا۔ اس ایک تھپڑ نے جیسے ساری کائنات کو ساکت کر دیا تھا۔

آئے کت نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ کو روکا۔ صاعقہ ممانی الگ "صم" "بکم" کھڑی تھیں۔ جبکہ معاویہ کے ہیجان کا غلبہ ٹوٹ چکا تھا۔ وہ ایک تھپڑ کھا کر پتھر کا مجسمہ بن گیا تھا۔

"تمہارے پاس گواہ ہے جس کی گواہی یہ ثابت کرے کہ آئے کت 'وسامہ کی قاتل ہے؟ کوئی ایسا ثبوت جو آئے کت کو سزا دلانے کا سبب بن سکے؟ نہیں۔۔۔ کچھ نہیں ہے تمہارے پاس۔۔۔ صرف شک کی بنیاد پر دوسروں کو سزائیں نہیں سنائی جاتیں معاویہ' اور اگر صرف شک کی بنیاد پر کوئی فیصلہ صادر کرنا ہے تب تو ہمیں آئے کت کی بات بھی مان لینی چاہیے۔۔۔ وہ سمجھتی ہے وسامہ کو تم نے موت کے منہ میں دھکیلا تھا۔ اس حساب سے کوئی نہ کوئی فرد جرم تو تم پر عائد ہوتی ہے۔۔۔ ایک کے شک کو سچ ماننے کا مطلب ہے 'دوسرے کے شک کو بھی سچ مان لیا جائے۔ تمہیں شک ہے تو ثبوت لے کر آؤ۔۔۔ اس کے جرم کو ثابت کرو۔ اس کے گناہ پر سے پردہ اٹھاؤ۔۔۔ یہ نہیں کہ

خود سے سزا دینے نکل کھڑے ہو۔" وہ جیسے غصے سے بولتے بولتے ہانپنے لگے تھے۔ ذرا غصہ ماند پڑا تو انہوں نے ایک نظر معاویہ اور آئے کت پر ڈالی اور بولے۔
"میں اور صاعقہ کوئی دودھ پیتے بچے نہیں ہیں کہ سمجھ نہ سکیں.... صاف نظر آرہا ہے تم دونوں کے درمیان وجہ اختلاف صرف وسامہ کی موت نہیں ہے.... جھگڑے کی بنیاد کچھ اور ہے.... تم دونوں لڑو۔ ایک دوسرے کے سر پھاڑ دو یا ایک دوسرے کو قتل ہی کر دو.... گزارش صرف اتنی سی ہے کہ ہماری زندگیوں میں اپنے بیٹے کے بعد کچھ بھی نہیں بچا۔ ہم پہلے ہی غم سے نڈھال ہیں ہمیں اور پریشانیوں میں مت دھکیلو.... سکون دے نہیں سکتے تو رہا سہا سکون برباد بھی مت کرو۔" آخری جملہ بولتے بولتے ان کی آواز آنسوؤں سے رندھ گئی تھی۔
انہوں نے صاعقہ ممانی کا ہاتھ پکڑا اور کچن سے باہر نکل گئے۔
معاویہ ایسے ہی سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس کا چھری والا ہاتھ پہلو میں تقریباً" بے جان سا گرا ہوا تھا۔
آئے کت نے معاویہ کو دیکھا اور سر جھکا کر، نظریں چرا کر پلٹ گئی۔
معاویہ نے ہاتھ اٹھا کر اس تیز دھار چھری کو دیکھا۔ بے بسی کا احساس اس کے رگ و پے میں سرائیت کر گیا۔ اس نے چھری کو فرش پر پھینک دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

شام ہونے تک خوش نصیب ذہنی طور پر اتنا تھک چکی تھی کہ ساری خودداری ایک طرف رکھ کر فریحہ کے گھر پہنچ گئی۔ دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ بچپن کی سہیلی کو ناراض نہیں رکھا جا سکتا۔ دوسری بات یہ تھی کہ فریحہ کے چھوٹے بھائی کو گول گپے لے جاتے دیکھ لیا تھا۔ اب تو جب تک پوری پلیٹ نہ ہضم کر لیتی، ناراض رہا جا ہی نہیں سکتا تھا۔ سو پہنچ گئی فریحہ کے گھر اور خوب بانہیں پھیلا کر لاڈ جتا کر فریحہ کی ناراضی دور کرنے کی کوشش کی۔
"تم ایسے ہی منہ پھلا کر بیٹھی ہوئی ہو ورنہ سچ بات تو یہ ہے کہ میں تمہارے پیر صاحب کے خلاف نہیں ہوں۔"
"لیکن تم انہیں مانتی بھی نہیں ہو۔" فریحہ ناراضی سے بولی۔
"جیسی ان کی شکل ہے وہ خود اپنے آپ کو مان لیتے ہیں، یہی بڑی بات ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی پھر جلدی سے بولی۔
"دیکھو میں انہیں پیر و مرشد نہیں مان سکتی۔ مر جاؤں گی لیکن ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گی۔ لیکن تم کہو گی تو ان کے آستانے پر چلی جاؤں گی۔ ان سے تمیز سے بات بھی کر لوں گی.... لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں۔" اس نے دوٹوک کہا۔ اور ایک بڑا سا گول گپا چٹنی پانی سے بھرا اور منہ میں ٹھونس لیا۔
"تم تو ایسے شرطیں گنوا رہی ہو جیسے پیر صاحب سے شادی کرنے کی بات کر دی ہو میں نے۔" فریحہ منہ بنا کر بولی۔
"توبہ.... میں کیوں کروں تمہارے پیر صاحب سے شادی، میرے لیے تو کوئی شہزادہ آئے گا۔" وہ اترا کر بولی۔
"فکر نہ کرو.... وہ شہزادہ بھی آتے ہی، تمہیں دیکھ کر بھاگ جائے گا۔" فریحہ نے دانت نکال کر کہا۔
"ارے وہ تو شکرانے کے نفل پڑھے گا کہ مجھ جیسی لڑکی اس سے شادی کرنے کے لیے تیار ہو گئی ہے.... ابھی بھی بے چارہ پتا نہیں کہاں بیٹھا میرے لیے دن رات وظیفے کرتا ہو گا۔" اس نے تصور کی آنکھ سے اس شہزادے کو دیکھا، جو ابھی پتا نہیں کہاں تھا۔
"تمہاری یہ جو خوش فہمیاں ہیں ناں.... دیکھ لینا ایک دن مروائیں گی تمہیں۔" فریحہ نے کہا۔

"اچھا بابا ناراض ہو کر بد دعائیں تو مت دو۔"
"نہیں دیتی... لیکن خدارا! تم یہ گول گپے کھانا تو بند کرو... میں نے اپنی لیے منگوائے تھے، سارے تم ہڑپ کر گئی ہو۔"
"ارے اگر دو چار کھا ہی لیے تو کون سی قیامت آگئی... آخر میں تمہاری دوست ہوں اور..."
"اور میں کھاؤں یا تم ایک ہی بات ہے۔" فریحہ نے اس کا جملہ اچک کر لقمہ دیا۔ بجائے شرمندہ ہونے کے خوش نصیب مسکرانے لگی اور بولی۔
"کیا ہوا جو تم بد صورت ہو... لیکن ہو ذہین۔" ایسی تعریف خوش نصیب ہی کر سکتی تھی۔
"ہونہہ..." فریحہ نے ناک چڑھائی۔
"تم ایک بار پیر صاحب کے پاس چلو تو سہی۔ ایسی اچھی باتیں کرتے ہیں کہ تم اگلی بار خود کھنچی جاؤ گی۔" فریحہ خوش ہی ہو گئی تھی۔ دراصل عام انسانی نفسیات ہے، ہم جسے عزت دیتے ہیں، جس کی عقیدت میں مبتلا ہوتے ہیں، چاہتے ہیں دوسرے بھی اس کی چاہ میں مبتلا ہو جائیں۔ عشق میں دوئی کا تصور نہیں ہے لیکن عقیدت میں ہے۔ تو خوش نصیب نے اطمینان سے گول گپے کھائے اور فریحہ کے ساتھ بیری پیر کے آستانے پہ آگئی۔
گھر سے نکلتے ہوئے فریحہ نے اپنی اماں کو اطلاع دینا ضروری سمجھا۔
"ہم مزار پر جا رہے ہیں... تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔"
"ہاں ہاں ضرور جاؤ... لیکن آدھ گھنٹہ رک جاتیں تو میں بھی کاموں سے فارغ ہو کر تمہارے ساتھ ہی چلتی۔"
"مجھے مغرب سے پہلے گھر واپس جانا ہے خالہ جی!" خوش نصیب نے کہا۔
"آپ بعد میں آجانا اماں! یہ تو کھڑا ہے مزار۔ ہم چلے جائیں گے۔" فریحہ نے کہا۔
"اچھا چلو ٹھیک ہے۔" وہ راضی ہو گئیں۔
"وہ... خالہ جی!" خوش نصیب نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "اگر میرے گھر سے کوئی مجھے پوچھنے آئے تو انہیں یہ مت بتائیے گا میں مزار پر گئی ہوں... میری روشن امی کو پسند نہیں ہے۔"
"ہاں جانتی ہوں... تمہاری اماں کو ہر وہ کام ناپسند ہے جو سارا زمانہ کرتا ہے... صحیح کہتی ہے تمہاری چاچی، اسے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کا شوق رہتا ہے۔" ناک چڑھا کر بولیں لیکن اس سے زیادہ ناک خوش نصیب نے چڑھالی۔ غلط خیالات تھے یا صحیح۔ اسے اپنی روشن امی کے خلاف کچھ بھی سننا ناپسند تھا۔
فریحہ اگر اپنی اماں کی بیٹی تھی تو خوش نصیب کی سہیلی بھی تھی۔ فوراً" صورت حال بھانپ گئی۔
"ہم جا رہے ہیں... چلو خوش نصیب۔" جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

"اچھا سنو..." اچانک ساتھ ساتھ چلتے خوش نصیب نے کہا۔
"اپنی اماں سے کہنا، میری روشن امی کے بارے میں اس طرح بات نہ کیا کریں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ ہم پیروں فقیروں کو نہیں مانتے تو بس نہیں مانتے۔" اسے بہت ہی برا لگا تھا۔
"چھوڑو اس بات کو... تمہیں پتا ہی ہے میری اماں کا۔" فریحہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔ "ویسے تو تمہاری امی کی پکی سہیلی ہیں لیکن تمہاری فضیلہ چچی کو پیر بہن مانتی ہیں اور ہمارے ہاں سگے رشتوں کے ساتھ ساتھ پیروں سے وابستگی کی بنا پر بننے والے رشتوں کو بھی بہت اہمیت دی جاتی ہے۔"
"ہائیں... اب ان رشتہ داریوں کا کیا مطلب ہے؟" اس نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔ اسی اثنا میں وہ دونوں مزار کے

قریب پہنچ گئیں۔

"بیری پیر کے مجاور بڑے پیر صاحب ہیں۔ ان کا گاؤں ساہیوال سے آگے ہے۔ کبھی کبھار وہ بیری پیر بھی تشریف لاتے ہیں تو ہم لوگ اماں ابا کے ساتھ ان کی خدمت میں سلام پیش کرنے جاتے ہیں.... ابھی تم باباجی سے ملو.... کبھی بڑے پیر صاحب تشریف لائے تو میں تمہیں ان سے ملوانے بھی لے جاؤں گی۔" دربار میں داخل ہوتے ہوئے فریحہ اسے بتارہی تھی۔

"اگر ایسی بات ہے تو اپنے باباجی سے کہنا' مزار کے کسی فقیر سے سر کے بل رقص کرواکر دکھائیں۔"

فریحہ نے آنکھیں نکال کر اسے گھورا۔ تو جلدی سے بولی۔

"نہیں.... میرے کہنے کا مطلب تھا سر کے بل رقص کرنا بھی کسی کرامت سے کم تو نہیں ہے۔" فریحہ مسلسل اسے غضب ناک نظروں سے گھور رہی تھی۔ خوش نصیب نے جلدی سے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔

مزار پر زائرین کا معمول کا رش لگا ہوا تھا۔ پیر صاحب کے آستانے کے بالکل سامنے وہ باباجی براجمان تھے جن کی فریحہ اور اس کی اماں معتقد تھیں۔ سادھوؤں والا چولا' گندے میلے کچیلے بال۔

خوش نصیب کو دیکھ کر باباجی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ دوسری جانب خوش نصیب کو ابکائی سی آنے لگی۔ بابے کا حلیہ تھا ہی اتنا گندا۔

اگر فریحہ ساتھ نہ ہوتی تو خوش نصیب برملا اس بات کا اظہار کرتی۔

"السلام علیکم باباجی!" فریحہ نے حسب عادت گھٹنوں کو ہاتھ لگایا۔ ساتھ ہی ٹھوکا خوش نصیب کو بھی دیا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی البتہ داہنا ہاتھ ماتھے تک لے جاکر اور سر کو ذرا سا خم دے کر باباجی کی خدمت میں سلام پیش کرنے کی ذمہ داری ادا کردی تھی۔

"اللہ تمہارا مالک ہے.... اللہ تمہاری حفاظت کرے.... اللہ ہو' حق اللہ۔"

"سادھو بابا نے اس کے سلام کا جواب کچھ اس طرح دیا کہ دعاؤں کا انبار لگا دیا اور سر کو اتنی زور سے جھٹکا دے دے کر "اللہ" بول رہے تھے کہ ایک لمحے کو خوش نصیب کو شک گزرا کہ باباجی چکر کھا کر اب گرے کہ تب گرے۔

"آپ نے خوش نصیب کو بلایا تھا نا بابا!.... میں اسے لے آئی ہوں۔" فریحہ نے اپنی کارکردگی سے آگاہ کیا۔

"کوئی اپنی مرضی سے نہیں آتا۔ بندے کی ضرورت اسے کھینچ لاتی ہے.... اللہ کھینچ لاتا ہے۔" باباجی نے ایک بار پھر سر دھنتے ہوئے جیسے اپنی طرف سے بڑی "پہنچی ہوئی بات" کی تھی۔

خوش نصیب نے بابا کو پرکھتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اور اپنی اس "پرکھ" پر اسے ہمیشہ سے ہی بڑا اعتماد رہا تھا۔ دوسرے اسے ہمیشہ سے ایسا سچ بولنے کا شوق رہا تھا جو اگلے بندے کو شرمندہ کرکے رکھ دے۔ تو اس وقت پیر صاحب کے آستانے کے صحن میں کھڑے ہو کر اس نے عہد کیا وہ پیر صاحب کا راز فاش کرے گی اور فریحہ اور اس کی اماں کو ان باباجی کی عقیدت کے چنگل سے آزادی دلائے گی۔ سو وہ باباجی کے سامنے سر اٹھا کر بیٹھ گئی اور ایسے باباجی کی طرف دیکھا جیسے آنکھوں سے ان کی حقیقت کا پتا چلانا چاہتی ہو۔

"بول بچی! کیا چاہتی ہے.... بابا تیرے من کی ہر مراد پوری کرے گا۔" بابا نے اپنی چنی منی سی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑ دیں اور ایک پل میں خوش نصیب اس دنیا سے غافل ہوگئی۔ اسے لگا جیسے وہ خلا میں بھٹک رہی ہو۔ بظاہر وہ وہیں بیٹھی تھی۔ سب سن رہی تھی' دیکھ رہی تھی۔ مگر اس کے ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔

وہ جو خود کو تیس مار خان' ذہین و فطین اور پتا نہیں کیا کیا سمجھتی تھی' اس وقت ایک بے جان مورت بن گئی تھی۔

بات یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ اعتماد بھی انسان کو لے ڈوبتا ہے اور شاید خوش نصیب بھی ڈوبنے کو تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)